١

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلامک سرکل آف نارتھ امریکہ سسٹرز ونگ

168-26 89th Ave Jamica,NY11432

مرکزی سرکلر نمبر 6/23

تاریخ 18 جولائی 2002

مرکزی سرکلر برائے شوریٰ۔۔۔۔ حقوق و فرائض

عزیز بہن! السلام وعلیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ،

امید ہے کہ آپ اپنے مقام پر خیر وعافیت سے ہوں گی ۔ اپنے شہر میں ہونے والے دعوتی، تربیتی، وتنظیمی کاموں کی منصوبہ بندی اور ان منصوبوں پر عمل کے لیے فکر مند ہوں گی۔۔۔۔۔۔۔ اللہ ہم سب کی سعی کو قبول کرے۔ آمین

تنظیمی/دعوتی، تربیتی کاموں میں شورائیت کیوں ضروری ہے ؟

سورۃ الشوریٰ پارہ 25 آیت 38 **وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ** (اپنے معاملات آپس کے مشورے سے چلاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور رسول اللہ کی سنت یہی ہے۔ اس کی وجوہات درج ذیل ہیں

اس چیز کو یہاں اہلِ ایمان کی بہترین صفات میں شمار کیا گیا ہے، اور سورۃ آلِ عمران (آیت 159) میں اس کا حکم دیا گیا ہے۔ اِس بنا پر مشاورت اسلامی طرزِ زندگی کا ایک اہم ستون ہے، اور مشورے کے بغیر اجتماعی کام چلانا نہ صرف جاہلیت کا طریقہ ہے بلکہ اللہ کے مقرر کیے ہوئے ضابطے کی صریح خلاف ورزی ہے۔ مشاورت کو اسلام میں یہ اہمیت کیوں دی گئی ہے ؟ اِس وجوہ پر اگر غور کیا جائے تو تین باتیں واضح طور پر ہمارے سامنے آتی ہیں۔

ایک یہ کہ جس معاملے کا تعلق دو یا زائد آدمیوں کے مفاد سے ہو، اس میں کسی ایک شخص کا اپنی رائے سے فیصلہ کر ڈالنا اور دوسرے متعلق اشخاص کو نظر انداز کر دینا زیادتی ہے۔ مشترک معاملات میں کسی کو اپنی من مانی چلانے کا کوئی حق نہیں ہے۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ایک معاملہ جتنے لوگوں کے مفاد سے تعلق رکھتا ہو اس میں ان سب کی رائے لی جائے، اور اگر وہ کسی بہت بڑی تعداد سے متعلق ہو تو ان کے معتمر علیہ نمائندوں کو مشترک مشورہ کیا جائے۔

دوسرے یہ کہ انسان مشترک معاملات میں اپنی من مانی چلانے کی کوشش، یا تو اس وجہ سے کرتا ہے کہ (1) وہ اپنی ذاتی اغراض کے لیے دوسروں کا حق مارنا چاہتا ہے، یا پھر اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ (2) وہ اپنے آپ کو بڑی چیز اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے۔ اخلاقی حیثیت سے یہ دونوں صفات یکساں قبیح ہیں، اور مومن کے اندر ان میں سے کسی صفت کا شائبہ بھی نہیں پایا جاسکتا۔ مومن نہ خود غرض ہوتا ہے کہ دوسروں کے حقوق پر دست درازی کر کے خود ناجائز فائدہ اٹھانا چاہے، اور نہ وہ متکبر اور خود پسند ہوتا ہے کہ اپنے آپ ہی کو عقلِ کل اور علیم و خبیر سمجھے۔

تیسرے یہ کہ جن معاملات کا تعلق دوسروں کے حقوق و مفاد سے ہو ان میں فیصلہ کرنا ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے۔ اور جانتا ہے کہ اسے اپنے رب کے سامنے جوابدہی کرنی پڑے گی، کبھی اس بوجھ کو تنہا اپنے سر لینے کی جرات نہیں کر سکتا۔ اس طرح کی جراتیں صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو خدا سے بے خوف اور آخرت سے بے فکر ہوتے ہیں۔ خدا ترس کی بازپرس کا احساس رکھنے والا آدمی تو لازماً یہ کوشش کرے گا کہ ایک مشترک معاملہ جن جن سے بھی متعلق ہو ان سب کو، یا ان کے بھروسے کے نمائندوں کو اس کا فیصلہ کرنے میں شریک مشورہ کرے، تاکہ زیادہ سے زیادہ صحیح اور بے لاگ اور مبنی بر انصاف فیصلہ کیا جاسکے، اور اگر نادانستہ کوئی غلطی ہو بھی جائے تو تنہا کسی ایک شخص پر اس کی ذمہ داری نہ آپڑے

یہ تین وجوہ ایسے ہیں جن پر اگر آدمی اگر غور کرے تو اس کی سمجھ میں یہ بات اچھی طرح آسکتی ہے کہ اسلام جس اخلاق کی انسان کو تعلیم دیتا ہے، مشورہ اس کا لازمی تقاضا ہے اور اس سے انحراف ایک بہت بڑی بداخلاقی ہے جس کی اسلام کبھی اجازت نہیں دے سکتا۔ اسلامی طرز زندگی یہ چاہتا ہے کہ مشاورت کا اصول ہر چھوٹے بڑے اجتماعی معاملے میں برتا جائے۔ گھر کے معاملات ہوں تو ان میں میاں بیوی باہم مشورے سے کام کریں اور بچے جب جوان ہو جائیں تو انہیں بھی شریک مشورہ کیا جائے خاندان کے معاملات ہوں تو ان میں کنبے کے سب عاقل وبالغ افراد کی رائے لی جائے۔ ایک قبیلے یا برادری یا بستی کے معاملات ہوں اور سب لوگوں کا شریک مشورہ ہونا ممکن نہ ہو، تو ان کا فیصلہ کوئی ایسی پنچایت یا مجلس کرے جس میں کسی متفق علیہ طریقے کے مطابق تمام متعلق لوگوں کے معتمد علیہ نمائندے شریک ہوں۔ ایک پوری قوم کے معاملات ہوں تو ان کے چلانے کے لیے قوم کا سربراہ سب کی مرضی سے مقرر کیا جائے، اور وہ قومی معاملات کو ایسے صاحب رائے

لوگوں کے مشورے سے چلائے جن کو قوم قابل اعتماد سمجھتی ہو، اور وہ اسی وقت تک سربراہ بنائے رکھنا چاہیے۔ کوئی ایماندار آدمی زبردستی قوم کا سربراہ بننے اور بنے رہنے کی خواہش یا کوشش نہیں کر سکتا، نہ یہ فریب کاری کر سکتا ہے کہ پہلے بزور قوم کے سر پر مسلط ہو جائے اور پھر جبر کے تحت لوگوں کی رضامندی طلب کرے، اور نہ اس طرح کی چالیں چل سکتا کہ اس مشورہ دینے کے لیے لوگ اپنی آزاد مرضی سے اپنی پسند کے نمائندے نہیں بلکہ وہ نمائندے منتخب کریں جو اس کی مرضی کے مطابق رائے دینے والے ہوں۔ ایسی ہر خواہش صرف اس نفس میں پیدا ہوتی ہے جو نیت کی خرابی سے ملوث ہو، اور اس خواہش کے ساتھ اَمْرُهُمْ شُورٰى بَيْنَهُمْ کی ظاہری شکل بنانے اور اس کی حقیقت غائب کر دینے کی کوششیں صرف وہی شخص کر سکتا ہے جسے خدا اور خلق دونوں کو دھوکا دینے میں کوئی باک نہ ہو، حالانکہ نہ خدا دھوکا کھا سکتا ہے، اور نہ خلق ہی اتنی اندھی ہو سکتی ہے کہ کوئی شخص دن کی روشنی میں علانیہ ڈاکہ مار رہا ہو اور وہ سچے دل سے یہ سمجھتے رہے کہ وہ ڈاکہ نہیں مار رہا ہے بلکہ لوگوں کی خدمت کر رہا ہے۔

اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ کا قاعدہ خود اپنی نوعیت اور فطرت کے لحاظ سے درج ذیل باتوں کا تقاضا کرتا ہے

اوّل یہ کہ اجتماعی معاملات جن لوگوں کے حقوق اور مفاد سے تعلق رکھتے ہیں انہیں اظہار رائے کی پوری آزادی حاصل ہو، اور وہ اس بات سے پوری طرح باخبر رکھے جائیں کہ ان کے معاملات فی الواقع کس طرح چلائے جا رہے ہیں، انہیں اس امر کا بھی پورا حق حاصل کہ اگر وہ اپنے معاملات کی سربراہی میں کوئی غلطی یا خامی یا کوتاہی دیکھیں تو اس پر ٹوک سکیں، اور اصلاح ہوتی نہ دیکھیں تو سربراہ کاروں کو بدل سکیں۔ لوگوں کا منہ بند کر کے اور ان کے ہاتھ پاؤں کس کر اور ان کو بے خبر رکھ کر ان کے اجتماعی معاملات چلانا صریح بددیانتی ہے جسے کوئی شخص بھی اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ کے اصول کی پیروی نہیں مان سکتا۔

رکنِ شورٰی کے اوصاف کیا ہیں؟

(1) <u>عقیدہ و علم و عمل کتاب و سنت</u>

وہ ان اصولوں کو مانتے ہوں جن کے مطابق نظام چلانے کی ذمہ داری ان کے سپرد کی جا رہی ہے، اس لیے کہ نظام چلانے کی ذمہ داری اس کے اصولی مخالفین پر نہیں ڈالی جا سکتی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (النساء:59)

اے لوگوں جو ایمان لائے، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے اولی الامر ہوں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ (آلِ عمران:118)

اے لوگوں جو ایمان لائے ہو اپنوں کے سوا کسی کو شریک راز نہ بناؤ

(2) <u>صبر و استقامت، آزمائش کے وقت</u>

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً (التوبہ

کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تمہیں چھوڑ دیا جائے گا حالانکہ ابھی اللہ نے یہ تو دیکھا نہیں کہ تم میں سے کون وہ لوگ ہیں جنہوں نے جہاد کیا اور اللہ اور رسولؐ اور اہل ایمان کے سوا کسی کو اپنے معاملات میں دخیل نہیں بنایا

ایک شخص کا بطانہ اور ولیجہ وہ ہے جو اس کا مخصوص دوست اور چیدہ ساتھی ہو، جس پر اعتماد کر کے وہ اپنے اہم معاملات میں اس کی طرف رجوع کرتا ہو؛ الراغب اصفہانی نے اس کی تشریح یوں کی ہے: ولیجہ ہر وہ شخص ہے جس کو انسان اپنا معتمد بنائے جب کہ وہ اس کے اپنے لوگوں میں سے نہ ہو یہ عرب کے اس محاورے سے ماخوذ ہے کہ فُلَانٌ وَلِيْجَةٌ فِي الْقَوْمِ، یعنی فلاں شخص اس قوم میں گھسا ہوا ہے درانحالیکہ وہ ان میں سے نہیں ہے؛

(3) <u>تقوٰی</u>

یہ کہ وہ ظالم، فاسق و فاجر، خدا سے غافل اور حد سے گزر جانے والے نہ ہوں بلکہ ایمان دار، خدا ترس اور نیکوکار ہوں۔ کوئی ظالم فاسق اگر امارت یا امامت کے منصب پر قابض ہو جائے تو اس کی امارت اسلام کی نگاہ میں باطل ہے؛

وَاِذِ ابْتَلٰی اِبْرَاھِیْمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ (البقرہ.124)

اور یاد کرو جب ابراہیمؑ کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا اور اس نے وہ پوری کر دیں تو رب نے فرمایا میں تجھے لوگوں کا امام بنانے والا ہوں ابراہیمؑ نے کہا اور میری اولاد میں سے بھی؟ فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِیْنَ فِی الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ كَالْفُجَّارِ (صٓ :28)

کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے ہیں، ان لوگوں کی طرح کر دیں جو زمین میں فساد کرتے ہیں؟ کیا ہم پرہیزگاروں فاجروں کی طرح کر دیں؟ :

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا (الکہف:28)

اور تو اطاعت نہ کر کسی ایسے شخص کی جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جس نے اپنی خواہش نفس کی پیروی اختیار کیے اور جس کا کام حد سے گزرا ہوا ہے

وَلَا تُطِیْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِیْنَ ○ الَّذِیْنَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَلَا یُصْلِحُوْنَ ○ (الشعراء :152-151)

اور اطاعت نہ کرو ان حد سے گزر جانے والوں کی جو زمین میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ (الحجرات :13)

تم میں سب سے زیادہ معزز اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو زیادہ پرہیزگار ہیں :

(4) __صلاحیت__

وہ نادان اور جاہل نہ ہوں بلکہ ذی علم، دانا اور معاملہ فہم ہوں اور کاروبار خلافت کو چلانے کے لیے کافی ذہنی اور جسمانی اہلیت رکھتے ہوں :

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا (النساء :5)

اپنے اموال، جنہیں اللہ نے تمہارے لیے ذریعہ قیام بنایا ہے نادان لوگوں کے حوالے نہ کرو :

قَالُوْٓا اَنّٰی یَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَیْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ یُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَیْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ (البقرہ :247)

بنی اسرائیل نے کہا، اس کو (یعنی طالوت کو) ہم پر حکومت کا حق کہاں سے حاصل ہو گیا، حالانکہ ہم اس کی بہ نسبت بادشاہی کے حق دار ہیں اور اسے مال میں کوئی کشادگی نہیں دی گئی ہے۔ نبی نے کہا اللہ نے اسے تمہارے مقابلہ میں برگزیدہ کیا ہے اور اسے علم اور جسم میں کشادگی دی ہے۔

وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَیْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ (صٓ :20)

اور داؤد کی بادشاہی کو ہم مضبوط کیا اور اسے حکمت اور فیصلہ کن بات کرنے کی صلاحیت دی :

قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ (یوسف:55)

یوسفؑ نے کہا کہ مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کر دے، میں حفاظت کرنے والا اور باخبر ہوں

(5) __امانت و دیانت__

وہ ایسے امانت دار ہوں کہ ذمہ داریوں کا بوجھ اُن پر اعتماد کے ساتھ رکھا جا سکے :

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَهْلِهَا (النساء :58)

اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے حوالے کرو

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓی اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ (النساء83)

(6) حقوق و فرائض

اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ کا قاعدہ خود اپنی نوعیت اور فطرت کے لحاظ سے پانچ باتوں کا تقاضا کرتا ہے :

اوّل یہ کہ اجتماعی معاملات جن لوگوں کے حقوق اور مفاد سے تعلق رکھتے ہیں انہیں اظہار رائے کی پوری آزادی حاصل ہو، اور وہ اس بات سے پوری طرح باخبر رکھیں جائیں کہ ان کے معاملات فی الواقع کس طرح چلائے جا رہے ہیں، اور اس امر کا بھی پورا حق حاصل ہو کہ اگر وہ اپنے معاملات کی سربراہی میں کوئی غلطی یا خامی یا کوتاہی دیکھیں تو اس پر ٹوک سکیں، احتجاج کر سکیں، اور اصلاح ہوتی نہ دیکھیں تو سربراہ کاروں کا رول بدل سکیں۔ لوگوں کا منہ بند کر کے ان کا ہاتھ پاؤں کس کر اور ان کو بے خبر رکھ کر ان کے اجتماعی معاملات چلانا صریح بد دیانتی ہے جسے کوئی شخص بھی اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ کے اصول کی پیروی نہیں مان سکتا۔

دوم یہ کہ اجتماعی معاملات کو چلانے کی ذمہ داری جس شخص پر بھی ڈالنی ہو اسے لوگوں کی رضامندی سے مقرر کیا جائے اور یہ رضامندی ان کی آزادانہ رضامندی ہو۔ جبر اور تخویف سے حاصل کی ہوئی، یا تحریص، اطماع سے خریدی ہوئی، یا دھوکے اور فریب اور مکاریوں سے کھسوٹی ہوئی رضامندی در حقیقت رضامندی نہیں ہے ایک قوم کا صحیح سربراہ وہ نہیں ہوتا جو ہر ممکن سے کوشش کر کے اس کا سربراہ بنے، بلکہ وہ ہوتا ہے جس کو لوگ اپنی خوشی اور پسند سے سربراہ بنائیں۔

سوئم یہ کہ سربراہ کا مشورہ دینے کے لیے وہ لوگ مقرر کیے جائیں جن کو قوم کا اعتماد حاصل ہو، اور ظاہر بات ہے کہ ایسے لوگ کبھی صحیح معنوں میں حقیقی اعتماد کے حامل قرار نہیں دیے جا سکتے جو دباؤ ڈال کر یا مال سے خرید کر، یا جھوٹ اور مکر سے کام لے کر، یا لوگوں کو گمراہ کر کے نمائندگی کا مقام حاصل کریں۔

چہارم یہ کہ مشورہ دینے والا اپنے علم اور ایمان و ضمیر کے مطابق رائے دیں، اور اس طرح کے اظہار رائے کی انہیں پوری آزادی حاصل ہو۔ یہ بات جہاں نہ ہو، جہاں مشورہ دینے والا کسی لالچ یا خوف کی بنا پر یا کسی جتھہ بندی میں کسے ہوئے ہونے کی وجہ سے خود اپنے علم اور ضمیر کے خلاف رائے دیں، وہاں در حقیقت خیانت اور غداری ہوگی نہ کہ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ کی پیروی

پنجم یہ کہ مشورہ اہل شوریٰ کے اجماع (اتفاق رائے) سے دیا جائے، یا جسے ان کے جمہور (اکثریت) کی تائید حاصل ہو اسے تسلیم کیا جائے۔ کیونکہ اگر شخص یا ایک ٹولہ سب کی سننے کے بعد اپنی من مانی کرنے کا مختار ہو تو مشاورت بالکل بے معنی ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرما رہا ہے کہ "ان کے معاملات میں ان سے مشورہ لیا جاتا ہے" بلکہ یہ فرما رہا ہے کہ "ان کے معاملات آپس کے مشورے سے چلتے ہیں" اس ارشاد کی تعمیل محض مشورے لے لینے سے نہیں ہو جاتی بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ مشاورت میں اجماع یا اکثریت کے ساتھ جو بات طے ہو اسی کے مطابق معاملات چلیں۔

اسلام کے اصول شوریٰ کی توضیح کے ساتھ یہ بنیادی بات بھی نگاہ میں رہنی چاہیے کہ یہ شوریٰ مسلمانوں کے معاملات کو چلانے میں مطلق العنان اور مختار کُل نہیں ہے بلکہ لازماً اس دین کے حدود سے محدود ہے جو اللہ تعالیٰ نے خود اپنی تشریع سے مقرر فرمایا ہے، اور اس اصل الاصول کی پابند ہے کہ: تمہارے درمیان جس معاملہ میں بھی اختلاف ہو اس کا فیصلہ کرنا اللہ کا کام ہے: اور تمہارے درمیان جو نزاع بھی ہو اس میں اللہ اور رسولؐ کی طرف رجوع کرو: اس قاعدہ کلیہ کے لحاظ سے مسلمان شرعی معاملات میں اس امر پر تو مشورہ کر سکتے ہیں کہ کسی نص کا صحیح مفہوم کیا ہے، اور اس پر عملدر آمد کس طریقہ سے کیا جائے تاکہ اس کا منشا ٹھیک طور سے پورا ہو، لیکن اس غرض سے کوئی مشورہ نہیں کر سکتے کہ جس معاملہ کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے کر دیا ہو اس میں وہ خود کوئی آزادانہ فیصلہ کریں۔

اسوۂ رسول اللہ ﷺ

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری سیرت کی انٹرنیشنل ایوارڈ یافتہ کتاب الرحیق المختوم میں مشورہ لینے کے معاملے میں اسوۂ رسول اللہؐ کیا تھا میں لکھتے ہیں ؛

جنگ بدر کے موقعہ پر اہل شوریٰ کا کردار:

[illegible]

كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ○

: جیسا کہ تجھے تیرے رب نے تیرے گھر سے حق کے ساتھ نکالا اور مومنین کا ایک گروہ ناگوار سمجھ رہا تھا۔ وہ تجھ سے حق کے بارے میں اس کے واضح ہو چکنے کے بعد جھگڑ رہے تھے گویا وہ آنکھوں دیکھتے موت کی طرف ہانکے جا رہے ہیں :

لیکن جہاں تک قائدین لشکر کا تعلق تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اُٹھے اور نہایت اچھی بات کہی۔ پھر حضرت عمر بن خطابؓ اٹھے اور عرض پرداز ہوئے : اے اللہ کے رسولؐ! اللہ نے آپ کو جو راہ دکھلائی ہے اس پر رواں دواں رہیے ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔ خدا کی قسم ہم آپؐ سے وہ بات نہیں کہیں گے جو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ○(24;5)

تم اور تمہارا رب جاؤ اور لڑو ہم یہیں بیٹھے ہیں۔ :

بلکہ ہم یہ کہیں گے کہ آپؐ اور آپؐ کے پروردگار چلیں اور لڑیں اور ہم بھی آپؐ کے ساتھ ساتھ لڑیں گے۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر آپؐ ہم کو برک غماد تک لے چلیں تو ہم راستے والوں سے لڑتے بھڑتے آپؐ کے ساتھ وہاں بھی چلیں گے :

رسول اللہ ﷺ نے ان کے حق میں کلمہ خیر ارشاد فرمایا اور دعا دی :

یہ تینوں کمانڈر مہاجرین سے تھے جن کی تعداد لشکر میں کم تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی خواہش تھی کہ انصار کی رائے معلوم کریں کیونکہ وہی لشکر میں اکثریت رکھتے تھے اور معرکے کا اصل بوجھ انہی کے شانوں پر پڑنے والا تھا۔ درآں حالیکہ بیعتِ عقبہ کی رُو سے ان پر لازم نہ تھا کہ مدینے سے باہر نکل کر جنگ کریں اس لیے آپؐ نے مذکورہ تینوں حضرات کی باتیں سننے کے بعد پھر فرمایا : لوگو مجھے مشورہ دو ؛ مقصود انصار تھے اور یہ بات انصار کے کمانڈر اور علمبردار حضرت سعدؓ بن معاذ نے بھانپ لی ؛ چنانچہ انہوں عرض کیا کہ بخدا! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اے اللہ کے رسولؐ! آپ کا رُوئے سخن ہماری طرف ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں ! انہوں نے کہا : ہم تو آپؐ پر ایمان لائے ہیں، آپؐ کی تصدیق کی ہے اور یہ گواہی دی ہے کہ آپؐ جو کچھ لائے ہیں سب حق ہے۔ ہم نے آپ کو سمع واطاعت کا میثاق دیا ہے۔ لہٰذا اے اللہ کے رسولؐ جو ارادہ ہے کر گزریے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ اگر آپؐ سمندر میں بھی کودنا چاہیں گے تو ہم آپؐ کے ساتھ ہونگے

غزوۂ احد کے موقع پر شوریٰ اور امیر کا رول :

مدینے کے ذرائع اطلاعات مکی لشکر ایک ایک خبر مدینہ پہنچا رہے تھے، حتیٰ کہ اس کے پڑاؤ کی بابت آخری خبر بھی پہنچا دی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فوجی ہائی کمان کی مجلس شوریٰ منعقد فرمائی جس میں مناسب حکمتِ عملی اختیار کرنے کے لیے صلاح مشورہ کرنا تھا۔ آپؐ نے انہیں اپنا دیکھا ہوا ایک خواب بتلایا۔ آپؐ نے بتلایا کہ واللہ میں ایک بھلی چیز دیکھی۔ میں نے دیکھا کہ کچھ گائیں ذبح کی جا رہی ہیں اور میں نے دیکھا کہ میری تلوار کے سرے پر کچھ شکستگی ہے اور یہ بھی دیکھا کہ میں نے اپنا ہاتھ ایک محفوظ زرہ میں داخل کیا ہے۔ پھر آپؐ نے گائے کی تعبیر بتلائی کہ کچھ صحابہؓ قتل کیے جائیں گے۔ تلوار میں شکستگی کی یہ تعبیر بتلائی کہ آپؐ کے گھر کا کوئی آدمی شہید ہوگا اور محفوظ کی یہ تعبیر بتلائی کہ اس سے مراد شہر مدینہ ہے۔

پھر آپؐ نے صحابہ کرامؓ کے سامنے دفاعی حکمتِ عملی کے متعلق اپنی رائے پیش کی کہ مدینے سے نہ نکلیں بلکہ شہر کے اندر ہی قلعہ بند ہو جائیں۔ اب اگر مشرکین اپنے کیمپ میں مقیم رہتے ہیں تو مقصد اور برا قیام ہوگا اور اگر مدینے میں داخل ہوتے ہیں تو مسلمان گلی کوچے کے ناکوں پر سے جنگ کریں گے اور عورتیں چھتوں کے اوپر سے ان پر خشت باری کریں گی۔ یہی صحیح رائے تھی اور اس رائے سے عبداللہ بن اُبی راس المنافقین نے بھی اتفاق کیا جو اس مجلس میں خزرج کے ایک سرکردہ نمائندہ کی حیثیت سے شریک تھا لیکن اس کے اتفاق کی بنیاد یہ نہ تھی کہ نقطہ نظر سے یہی صحیح موقف تھا بلکہ اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ جنگ سے بھی دور رہے اور کسی کو اس کا احساس بھی نہ ہو۔ لیکن اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ اس نے چاہا کہ یہ شخص اپنے رفقاء کے سامنے پہلی بار سرِعام رسوا ہو جائے اور ان کے کفر و نفاق پر جو پردہ پڑا ہوا ہے وہ ہٹ جائے اور مسلمانوں کو اپنے مشکل ترین وقت میں معلوم ہو جائے کہ ان کی آستین میں کتنے سانپ رینگ رہے ہیں

چنانچہ فضلاءِ صحابہؓ کی ایک جماعت نے جو بدر میں شرکت سے رہ گئی تھی، بڑھ کر نبی ﷺ کو مشورہ دیا کہ میدان میں تشریف لے چلیں اور انہوں نے اس رائے پر سخت اصرار کیا، حتیٰ کہ بعض صحابہؓ نے کہا : اے اللہ کے رسولؐ! ہم تو اس دن کی تمنا کیا کرتے تھے اور اللہ سے دعا مانگا کرتے تھے۔ اب اللہ نے یہ موقع

فراہم کر دیا ہے اور میدان میں نکلنے کا وقت آگیا ہے تو پھر آپؐ دشمن کے مدِ مقابل تشریف لے چلیں۔ وہ یہ نہ سمجھیں ہم ڈر گئے ہیں:

ان گرم جوش حضرات میں خود رسول اللہؐ کے چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ سر فہرست تھے جو معرکۂ بدر میں اپنی تلوار کا جوہر دکھلا چکے تھے انہوں نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپؐ پر کتاب نازل کی، میں کوئی غذا نہ چکھوں گا جب تک کہ مدینے سے باہر اپنی تلوار کے ذریعے سے ان سے دو دو ہاتھ کر لوں اور پھر رسول اللہؐ نے اکثریت کے اصرار کے سامنے اپنی رائے ترک کر دی۔

اجتماع شوریٰ کا طریقہ کار

آغاز اجتماع :-

(1) حمد و ثناء۔ تلاوت قرآن یا مطالعہ قرآن

(2) پہلا اجتماع / سالانہ / سہ ماہی

☆ اجتماع کے مقاصد کی وضاحت ☆ اصول و آداب شورائیت پر مختصر گفتگو (بطور یاد دہانی) ☆ باہمی تعارف

☆ معتمد یا مولف روداد کا تقرر یا انتخاب

☆ ایجنڈے کی منظوری اور اوقات کار

☆ پچھلے اجتماع کی کی روداد کی منظوری

☆ پچھلے اجتماع کے فیصلوں پر عملدر آمد کی مختصر رپورٹ

☆ اظہار رائے کا ایک متعین طریقہ طے کرنا۔ وقت کی پابندی کے ساتھ ہر رکن کو بولنے کا موقع

☆ اجتماع کی متوقع حاضری کی رپورٹ

☆ تاخیر سے آنے کے آداب

دوران اجتماع :-

(1) قیام عدل :-

☆ ہر رکن کو بولنے کا یکساں موقع دینا۔

☆ کسی ایک فرد یا افراد کو گفتگو پر حاوی ہونے سے روکنا۔

☆ صرف اجازت لے کر بولنے والوں کو موقع دینا۔

☆ صرف اجازت لے کر مجلس سے اٹھنے کا طریقہ متعین کرنا۔

☆ نظام الاوقات کی پابندی کرنا۔

☆ ہر مسئلہ پر دونوں آراء کو حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔

☆ اپنی رائے سب سے آخر میں دینا

☆ خود بھی مختصر گفتگو کرنا اور دوسروں سے بھی یہ مطالبہ کرنا

☆ ہاں جناب کہنے والوں کی ہمت شکنی کرنا

☆ قوت سماعت، سرگوشیوں سے پرہیز

(2)علم وفہم :۔

☆اجتماع میں زیر بحث آنے والے تمام امور پر زیادہ سے زیادہ معلومات جمع کرنا اور اس کا اظہار کرنا۔

☆قیافہ شناسی۔

☆بے توقعت آرا اور اعتراضات سے صرف نظر کرنا۔

(3)محبت واخوت :۔

☆غصہ، گرمی اور چیخنے سے اجتناب، آواز کی میانہ روی۔

☆گفتگو میں نرمی، ایثار، مسکراہٹ اور دیگر آداب کا لحاظ۔

☆ناظمہ اور اراکین اور اراکین کے باہمی تعلقات کو خوشگوار رکھنا اور ان میں تلخی نہ آئے۔

☆اپنی رائے پر اصرار نہ کرنا۔ کشادہ دلی

☆ارکان کو بے باک اظہار رائے کا موقع دینا۔

☆سیکولر طریقہ مجلس سے احتراز۔

☆اتفاق رائے کی کوشش۔

☆ایک دوسرے کی بات نہ کاٹنا۔ ایک وقت میں ایک موضوع پر گفتگو کرنا۔

(3)رہنمائی

☆گفتگو کی سمت متعین کرنا۔

☆کسی اور کو صدر مجلس نہ بننے دینا۔

☆دیگر ارکان کے لیے مثال

☆وقت اور نظم کی پابندی نہ کرنے والوں کا احتساب۔

اختتام اجتماع :۔

☆فیصلوں کا خلاصہ بیان کرنا اور عملدرآمد کیلئے افراد کار کا تعین کرنا اور وقت کی حدود طے کرنا۔

☆آئندہ کے اجتماع کا تعین۔

☆اختتامی کلمات

☆دعا

☆میزبان کا شکریہ اس کی مدد۔

بعد از اجتماع :۔

☆روداد کو مرتب کروا کر اس کی تقسیم کرنا

☆مناسب فیصلوں کی تشہیر کرنا۔

☆فیصلوں پر عمل درآمد کا مستقل جائزہ لینا۔

☆ گفتگو اور فیصلوں کی پیش از وقت تشہیر کو روکنا۔

☆ فیصلوں پر استقامت اور اتفاق رائے کا اظہار کرنا۔

اس سرکلر کو اپنے اجتماع شوریٰ میں پڑھیں اور نوٹ کریں کہ آپ کے اجتماع شوریٰ اور ارکان شوریٰ اور بحیثیت ناظم، اس کے تحت کس معیار پر ہیں اور اس کے مطابق کی پاتے ہیں تو کس اصلاح کرنی ہے، اس کی پلاننگ کریں نیز اس کی کاپیاں ہماکر ارکان شوریٰ میں ضرور تقسیم کریں اور اس سارے کام کو کرنے کے بعد اپنے نگراں کو ضرور مطلع۔

آخر میں آپ سب کے لیے دعاگو ہیں جن کی محبت اور رفاقت اللہ کی راہ میں کام کرنے کا کافی، اور بڑی مددگار بنتی ہے۔ اللہ ان تمام محنتوں کو قبول کرے۔ آمین

والسلام آپکا اپنا

مرکزی ناظم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مئی 2002
مرکزی سرکلر 4/26

اسلامک سرکل آف نارتھ امریکہ

ٹیم ورک (کارکن سازی)

اسوہ رسول ﷺ ہے کہ آپؐ نے عقیدہ و عبادت کو ذات کی حد سے بالاتر کر کے پبلک کے ساتھ شامل ہو کر اس کی پیروی کی اور اس طرح رسول اللہ کا عقیدہ و عمل واحد فرد کی بجائے ٹیم ورک بن گیا۔

مثلاً نماز با جماعت کی پابندی کی۔ اور جو لوگ اس میں تساہل کرتے تھے، ان کے لیے گھر جلانے کی تنبیہ بھی کی۔ حج کیا اور صاحب استطاعت جو نہ کر سکے اس کو یہودی اور نصرانی جیسے انجام کی خبر دی۔ روزہ میں اللہ کی دی ہوئی حدود کی پابندی کی مگر ظاہراً تمام امت کے روزہ دار ہونے سے سب نے ایک ہی فضا میں عبادت و اطاعت کا مزہ چکھا۔ گویا کہ رسول اللہ کا

عمل انفرادی کوشش (indvidual effort) کی بجائے اجتماعی کوشش (public efforts) بن گیا۔

آج کا دور سنتِ نبوی کی اس پیروی کے لیے مناسب ترین ہے۔

☆ اوّل یہ کہ ہر سنت کی پیروی جب کہ مردہ ہو رہی ہو۔ اس کا اجر سو شہیدوں کے اجر برابر ہے

☆ دوئم مغربی تہذیب کی چکاچوند میں اس کی منظم اٹھان بھی شامل ہے۔ جب کہ یہ تو ہمارا ورثہ ہے۔ اسلامی فوجوں کا نظم و ضبط، عدل و مساوات دیکھ کر ایرانی سپہ سالار کا یہ کہنا (عمرؓ میرا کلیجہ کھا رہا ہے وہ تو کتوں کو بھی آداب سکھا رہا ہے)۔ اسی چیز کی نشاندہی کرتا ہے۔

ٹیم ورک سے کیا مراد ہے :

☆ ٹیم کے تمام ارکان / ممبران کی نظر اپنے مقصد پر جمی ہو۔ مثلاً ہماری ٹیم کے تمام ممبر انکی نظر رب کی رضا پر ہو اور اس کی تہہ میں ایمانیات (ایمان باللہ، ایمان بالآخرت ۔۔) محرک ہے۔

☆ ٹیم کے تمام ارکان / ممبران اس کے لیئے باہمی تعارف بھی رکھتے ہوں اور اس کے لئے بنیادی اوصاف رکھتے ہوں مسلسل پروان چڑھاتے ہوں۔ یہ

بنیادی اوصاف جو ٹیم کے ممبران میں ہر لمحہ ضروری ہیں ۔درج ذیل ہیں

(1) اسلام کا صحیح فہم، ایمان، قول کے مطابق عمل کی کوشش، دین بحیثیت مقصد، اخوت و محبت، باہمی مشاورت، نظم و ضبط، حکمت ہو

(2) نفسانیت، مزاج کی بے اعتدالی۔ تنگ دلی، ضعف ارادہ سے بچنے والے ہوں

(3) ٹیم کا ذمہ دار ایک فرد ناظمہ ہو یا انچارج ہو۔ تمام ٹیم کے ممبران اس کی محبت و اطاعت کو خوش دلی سے کریں۔

" جس نے میرا حکم مانا اس نے دراصل اللہ کا حکم مانا، اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے دراصل اللہ کی نافرمانی کی۔
اور جس نے اپنے امیر کا حکم مانا اس نے دراصل میرا حکم مانا، اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے دراصل میری نافرمانی کی" (مسلم)

(4) ٹیم کے ممبران اپنے کام کے لئے وقت / مال / جسم و جان کی صلاحیتوں کی قربانی دینے کو تیار ہوں۔

(5) ٹیم کے ممبران اپنی کارکردگی کا جائزہ لینے کے بعد اس کی کمی کی تلافی کرنے پر بھی تیار ہوں۔ اور عمدہ کامیابیوں پر حوصلہ افزائی اور رب کی شکر گزاری کریں۔

آیئے دیکھئے ایک عمدہ ٹیم کس طرح تیار کی جاتی ہے۔ اسکے دو طریقے ہیں جن پر بیک وقت عمل ضروری ہے۔

☆ فکری طریقہ ۔بذریعہ تعلیم و تربیت

☆ عملی طریقہ ۔بذریعہ تقسیم کار

☆فکری طریقہ بذریعہ تعلیم وتربیت :- اپنی ٹیم کے تمام ساتھیوں کی ایمان کی آبیاری مسلسل کرنی چاہیے۔ایمان کی آبیاری بذریعہ مطالعہ قرآن، تفسیر، حدیث، صحابہ کرام کے واقعات اور سیرت رسول اللہ سے ہوگی۔ جتنا ایمان مضبوط ہوگا، اتنا ٹیم ورک بھی مضبوط ہوگا۔ جتنا ایمان کمزور ہوگا، اتنا ٹیم ورک کمزور ہوگا۔ ایمان کا تعلق کوشش (effort) اور اثرات سے لازماً جوڑ کر دکھایا جائے

فکری طور پر درج ذیل نکات پر سیر حاصل مطالعہ کریں۔۔۔

ایمانیات، صبر، عبادات (نماز، روزہ، حج، زکوۃ) باہمی تعلقات۔ اجتماعی زندگی کے آداب اور اثرات

☆عملی طریقہ کار بذریعہ تقسیم کار؛

(1) ٹیم کے تمام ممبران کو کاموں کی تقسیم کی جائے

(2) کاموں کی تقسیم افراد کی سمجھ بوجھ، وقت، وصلاحیت سامنے رکھ کر کریں۔

(3) کام بتایا جائے۔ کیا کام ہے۔ کتنی مدت میں کرنا ہے۔ ؟ کون کون ساتھ دے گا۔ ؟ اور کیا نتائج نکلنے ہوں گے ؟

(4) کاموں کو بارہ مہینے میں تقسیم کیا جائے۔ اور دیکھیں کہ ہر ماہ میں متوقع رفتار کے مطابق کام جاری ہے۔

(5) سست روی پر اصلاح اور اچھی رفتار پر شاباش دیں۔ بشیر اونذیرا بھی رسول اللہؐ کی صفات ہیں۔ ہمیں بھی اس کا عکس پیش کرنا چاہیے۔

(6) شرعی عذرات کو قبول بھی کریں مگر ان کا متبادل حل بھی دیں۔ رک نہ جائیں

ٹیم میں کام لینے کے لیے درج ذیل اسلوب ہیں

☆براہ راست کرنا Direct Method

رسول اللہؐ نے خندق کھدوانے میں خود کھڑے ہو کر کھدوائی بھی اور خود بھی کھودی۔ اس سے ساتھیوں کے حوصلے بلند ہوتے ہیں۔ جب بھی ساتھیوں کے حوصلے کم ہو رہے ہوں خود کو جانچیں کہ کہیں ہم ان کے لیے رول ماڈل بننے میں کمی کر رہے ہیں ۔ ؟ یا ساتھی ایمان کی کمزوری یا حالات کے دباؤ کا شکار ہیں ؟

☆کام کی نشاندہی کرنا Indirect Method

رسول اللہؐ نے ہجرت سے قبل حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اشارہ ہی کیا تھا "امید ہے کہ مجھے بھی ہجرت کی اجازت مل جائے گی" اور پھر رسول اللہ کے اس اشارے پر ہی حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اونٹنیوں کو بہترین چارہ کھلا کر تیار کیا۔ نشان راہ بتانے کے لیے guide تلاش کیا۔ دودھ اور خبریں روزانہ پہنچانے کے لیے بیٹے کو تیار کیا بیٹی (اسماء) کو زادِ سفر پہنچانے کے لیے تیار کیا۔

☆معاونت کرنا supportive Method

ٹیم کے اندر کام کو ہر کسی کے سپرد کر کے اس کے لیے ہر ممکنہ حد تک اخلاقی، ایمانی، مالی، جسمانی مدد و رہنمائی فراہم کرنا۔ یعنی اس طرح ماحول سازی کی جائے اور حوصلہ بڑھایا جائے کہ ساتھی کام کرنے کے لیے مددگار ماحول (fascilitatism) کے ساتھ بھاگ بھاگ کر کام کریں مثلاً کہ حدیبیہ کے معاہدے کے بعد جب کوئی اپیل کے باوجود قربانی ذبح کرنے کو نہ اٹھا تو رسول اللہ کی مدد حضرت ام سلمیٰؓ کے مشورے نے کی۔ اور پھر رسول اللہؐ نے صحابہ کرامؓ کے لیے عملاً مدد کا ماحول فراہم کیا۔۔ رسول اللہ نے خود آگے بڑھ کر قربانی کی۔۔ اور پھر تمام صحابہ کرامؓ (1500) نے قربانی۔

مددگار ماحول پیدا کر دینے سے بھی ساتھی/ٹیم کے افراد کام کرنے لگتے ہیں

سوالیہ انداز میں فہم دینا Questionair Method

بعض اوقات ساتھی ٹیم کے اندر رہتے رہتے اپنے معمولات کے اتنے عادی ہو جاتے ہیں۔ یا اپنے کاموں میں اتنا مگن ہو جاتے ہیں۔۔ یا اپنی ایسی روایات بنا لیتے ہیں جو "حال مست مال مست" کی کیفیت ظاہر کرتی ہے۔ یہ خود ساختہ روایات (تحریکی کلچر) کو توڑنے کے لیے وقتاً فوقتاً ایسے سوالات جو ہاں/نہیں کے جوابات

رکھتے ہوں۔ ایسی شخصیت کی صحبت دیکھیں جو جمود کی ہوا سے بچا کر رکھے۔ جذبے ابھارے جائیں مثلاً

مدینے کے لوگوں نے فتح مکہ کے بعد آرام لینا چاہا تو آیت آئی

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو (البقرہ۔195)

سورہ العنکبوت میں ایمان لانے والوں کو اس طرح ابھارہ۔

اور کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ اتنا کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ وہ ایمان لائے۔ اور پرکھے نہ جائیں گے ؟(العنکبوت۔2)

ٹیم ورک کی بہتری کے اسباب

(1) ایمان۔ اللہ کے ساتھ ہر لمحہ تعلق رہے۔ آخرت سامنے رہے

(2) مقصد کا شعور تازہ دم رہے۔ پیغمبرانہ مثال سامنے رہے۔

(3) ساتھیوں سے محبت۔ ربط و تعلق۔ قیادت پر اعتماد

(4) وقت اور صلاحیتوں کی آگاہی۔ پُر اعتماد شخصی

(5) تنظیمی صلاحیت (management skills)

(6) پبلسٹی۔ عوام سے ملنے والی moral support حوصلہ افزائی ہے۔ خوشگوار ماحول میں کام ہوتا ہے

(7) محدود وقت میں محدود project ہی لیں۔ چارٹ بنا کر کام کریں

(8) مثبت ڈسپلن ہو۔ منفی ڈسپلن نہ ہو۔ منفی تنقید نہ ہو۔

ٹیم ورک کی ناکامی کے اسباب:

(1) نصب العین سے لاتعلقی

(2) قیادت پر عدم اعتماد

(3) وقت، کام، مدت، اثرات، افراد کا تعین نہ ہونا

(4) نہ اچھا کرنے پر حوصلہ افزائی۔۔ نہ غلط کرنے پر تنبیہ۔۔۔

(5) کام کا انتہائی بوجھ۔ mechanical انداز میں کرنا۔۔۔

(6) باہم تعلقات کی خرابی